© rasailojaraid.com

اصحاب کہف کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ باتیں عقل و فکر کے سراسر خلاف ہیں کہ وہ تین سو سال تک غار میں سوتے رہے۔ پھر اٹھ کر کچھ کھایا پیا۔ پھر جو سوئے تو آج تک نہیں جاگے۔

اب اس سلسلہ مضحکات کو کہاں تک بیان کیا جائے۔ نہ کافی وقت ہے اور نہ فالتو صفحات۔ شائقین ہمارے اشاروں سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کیسا عالمانہ سیلابِ ہلاکت ہے۔

حدیث کا درایتی معیار | تالیف: مولینا محمد تقی امینی، ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

ناشر: قدیم قومی کتب خانہ مقابل آرام باغ۔ کراچی۔ قیمت مجلد ۳۲/- روپے

جہاں تک میں نے مولینائے محترم محمد تقی امینی کو تھوڑا بہت جانا ہے۔ میں ان کو زمرۂ اہل حق میں سے سمجھتا ہوں اور ان کی اس کتاب کو جس کو لکھتے ہوئے ان کے سامنے دینی علوم کے ساتھ ساتھ آج کا فکری و تمدنی ماحول بھی ہے یہ بہت سی مفید بحثوں کا مجموعہ ہے۔ باتیں علمی زبان میں ہیں۔ عام مولویانہ یا مناظرانہ انداز نہیں ہے۔ مولینا کا انداز فکر بتاتا ہے کہ وہ حقائق دین سے پوری وابستگی رکھتے کے ساتھ ساتھ جدید طبقوں کی الجھنوں کا مداوا بھی چاہتے ہیں۔ اس لیے دوسروں سے کچھ زیادہ آگے قدم بڑھاتے ہیں، بلکہ سنجیدگی اور احتیاط کے ساتھ۔ ان کے بیان میں اسلامی جدیدیوں اور اجتہادیوں کا کوئی اثر نہیں۔

ان کا اصل مبحث یہ ہے کہ صحیح حدیث کو کیسے جانا پہچانا جائے۔ اس کے لیے وہ پرکھ کے خارجی معیار بھی بتاتے ہیں اور داخلی بھی۔ یعنی روایت و سند کے قاعدے بھی اور درایت کے اصول بھی۔ درایت کے اصول جن کو کٹر روایت پسند گروہ بالکل تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اپنی اہمیت رکھتے ہیں اور ان کو نمبروار بیان کر کے امینی صاحب نے بڑا اعلی کام کیا ہے۔

میرے سامنے تقی امینی صاحب کا ایک اور مقالہ بھی اسی موضوع پر ہے۔ یہ شامل ہے "فکرِ اسلامی کی تشکیلِ جدید" میں (ص ۱۰۷ تا ۱۱۶)۔ اس میں درایت یا داخلی جانچ کے ۲۴ اصول بیان کیے گئے ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ باتیں اور بھی علماء نے پہلے بھی لکھی ہیں۔ مسئلہ صرف ان نازک فروق کا ہوتا ہے جو انسانی ذہنوں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً آپ نے لکھا کہ کوئی حدیث عام مشاہدہ اور عادت کے خلاف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہونی چاہیے - اس کا ایک غیر محتاط مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سرے سے معجزات کا انکار کر دیا جائے - حالانکہ قرآن نے ان کا ریکارڈ اس انداز سے پیش کیا ہے کہ وہ بے شمار اقوام کے مشاہدات و تجربات میں داخل ہیں - آپ نے کہا کہ کوئی حدیث عقلِ عام کے خلاف نہ ہو - منکرینِ حق کا تو کہنا بھاری اکثریت کے لحاظ سے یہی تھا کہ گلی سڑی ہڈیوں کا دوبارہ زندہ کیا جانا ناقابلِ تصور ہے - وہ تو لمبی لمبی دعوتی جدوجہد اور استدلال اور تحملِ شدائد کے بعد حضورؐ اور مسلمانوں نے آہستہ آہستہ لوگوں کو قائل کیا - ورنہ بہ اوّلِ وہلہ تو یہ بات عقلِ عام کے خلاف تھی - آج بھی دین کی صدہا باتیں ایسی ہیں کہ ان کو دُنیا کی ——— یا کم سے کم مغرب کی ——— عقلِ عام قبول کرنے کو تیار نہیں - مسلمان دُنیا کا قلیل گروہ ہونے کی حیثیت سے اپنی جگہ کسی بھی چیز پر ایمان رکھ سکتے ہیں -

بات متفقہ قواعدِ طب کے خلاف نہ ہو - ایک تو متفقہ قواعدِ طب کا پایا جانا ممکن نہیں - دوسرے قواعدِ مرض و علاج میں تو ارتقائے مسلسل ہو رہا ہے - اندریں صورت طب کو کیسے معیارِ فیصلہ بنایا جا سکتا ہے -

اسی طرح تاریخی حقائق کے بارے میں طے کرنا ہوگا کہ کیا چیز تاریخی حقیقت ہے اور کیا محض نظریہ یا قصہ کہانی، اور اس کا پُر وثوق ثبوت کیا ہے -

پھر آپ کہتے ہیں کہ چھوٹے کام پر بھاری ثواب کا ذکر جس حدیث میں ہو وہ درایت کے معیار سے ساقط ہو گی - محترم مولینا! تمام دین ہی میں چھوٹے چھوٹے کاموں کا بڑا بڑا ثواب مذکور ہے - جس فطرت اللہ کے قوانین کے تحت بیج سے درخت اور درخت پر پھل نمودار ہو سکتا ہے، جن قوانین کے تحت کھیتی لہلہاتی ہے اور کسانوں کو پھل لگتی ہے - جن قوانین کے تحت دوا کی رتی رتی بھر کی خوراک دو من جسم کو پچھاڑ بھی سکتی ہے اور ہلکا پھلکا شاداب بھی کر سکتی ہے، وہاں ادائے فرض کرنے اور حرام سے بچنے والے بندے کی عبادتیں اور صدقات، کمزوروں کی خدمات، یتیموں سے محبت، لوگوں سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنا، راستے سے گندگی یا کوڑا ہٹا دینا - یا کبھی دلی جذبات میں ڈوب کر اللہ کی محبت یا خشیت یا اس کی طلب، عفو و رحمت کے ساتھ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی دُعا کرنا، بڑے بڑے نتائج کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے - انسانوں کی اجتماعی زندگی میں کبھی ایک نگاہ، ایک لفظ، ایک پیسے کا لین دین، ایک مسکراہٹ، ایک "نہیں" ایک چیں بر جبیں بڑے

© rasailojaraid.com

بڑے معاملے اِدھر یا اُدھر طے کر دیتی ہے۔ ہمارا ایک خیال و احساس ہمارے لیے ہدایت اور نیکی کے دروازے کھول سکتا ہے۔ اور ہمارا ایک حیوانی جذبہ اور ہماری ایک بہیمانہ خواہش ہمیں جہنم کے راستے پر دھکیل سکتی ہے۔

چھوٹے اجر اور بڑے اجر، یا تھوڑی سزا یا بہت سزا کے معاملے اس دنیا میں بیٹھ کر طے کرنا، جہاں ساری بڑی حقیقتیں پردۂ غیب کے پیچھے ہیں، محال ہے۔ یہ مسئلہ بڑی تفصیل چاہتا ہے۔ مگر مجبوراً میں اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔

میرا مدعا یہ ہے کہ اجتہادیوں کو بچاتے بچاتے ہمارے اچھے لوگ کہیں خود بعض حقائقِ دینیہ سے دُور نہ جا پڑیں، یا خود بچ بھی جائیں تو اپنے قارئین کو غلط فکری میں مبتلا کر جائیں۔

متاعِ آخرِ شب مجموعۂ کلام جناب حفیظ میرٹھی۔ ناشر: الکتاب، حیدرآباد۔ ملنے کے کئی پتوں میں سے ایک: مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۱۰۰۰۶ (بھارت) قیمت: ۴۰ روپے

خدا پرستوں کے جس نئے قافلۂ ادب کے لیے آج سے تقریباً آدھی صدی پہلے کچھ لوگ راستہ بنا رہے تھے، اس کا ایک جنوں کیش راہی حفیظ میرٹھی، کڑی دھوپ اور گھور اندھیروں اور کڑکتی بجلیوں میں کانٹوں کو روندتا ہوا مسلسل بڑھ رہا ہے —— کیا معلوم وہ کہاں پہنچے گا۔

اس کے پھوٹتے چھالوں سے جو پھول کھلتے رہے انہیں وہ شعر کے نظر افروز پیرائے میں ہمارے سامنے لایا ہے۔ زندگی کے متعلق ایک نقطۂ نظر رکھتے ہوئے، شدید تہذیبی اور فکری تصادموں سے گزرتے ہوئے، ذاتی احساسات اور تحریکی جذبات کو ہم آہنگ کرتے ہوئے اس نے جو علوآموز مجموعۂ کلام ہمارے سامنے رکھا ہے وہ گراں بہا بھی ہے اور نادر بھی —— اور فنی سامراج کے جادو سے بچتے ہوئے تمام لوگ بڑے فخر سے اسے دوسروں کے سامنے اس حیثیت سے پیش کر سکتے ہیں کہ یہ ہمارے ہی نالہ ہائے کرب کی صدائے بازگشت ہے —— ہم جو صدیوں پہلے بھی یہی سفرِ کرب طے کر رہے تھے، آج بھی اور صدیوں بعد بھی ہمارا راستہ یہی ہوگا لیکن

© rasailojaraid.com